R. No. 2186/57

Regd. No. L. 922.

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

Date

1-8-15-22

Phone—29

Annual Rs. 4/-

Per Copy-12

جلد ۲۶ ۔ شمارہ ۳۴ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | ۸ ستمبر ۱۹۶۷ء

اداریہ

انجمن کی شاخوں کی تنظیم

انجمن کی شاخوں کے لیے جو نئے قواعد بنائے گئے تھے اور انتخاب کے لیے جو نیا طریقہ مقرر کیا گیا تھا، ان پر ابھی بہت سی ریاستوں میں عمل نہیں ہوا ہے۔ دراصل شاخوں کے نمائندوں کے مشورے سے ہی یہ طے کیا گیا تھا کہ انجمن کی عوامی بنیاد کو مضبوط کرنے کے لیے فیس ممبری چار آنے کر دی جائے اور مقامی ضلعی اور ریاستی شاخوں کا ایک جال پورے ملک میں بچھا دیا جائے۔ اس عوامی کردار کو نمایاں کرنے کے لیے مرکزی انجمن کی مجلس عام میں ہر ریاستی شاخ کے ایک نمائندے کا چناؤ بھی منظور ہوا تھا۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اگرچہ کچھ ریاستوں میں نئے قواعد کے مطابق انتخابات ہوئے ہیں، مگر بیشتر ابھی تک یہ سلسلہ مکمل نہیں کر سکی ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انجمن کے کارکن انجمن کے ٹھوس اور تعمیری کاموں میں لگے رہنے کے بجائے صرف حکومتوں سے اردو کے مطالبات منوانے میں کچھ سیاسی پارٹیوں کے ساتھ ہو گئے اور اس طرح وہ مسئلہ جو خالصتاً ایک قومی، لسانی، تعلیمی اور تہذیبی مسئلہ ہے، ایک سیاسی مسئلہ بن گیا۔ ہم سیاسی پارٹیوں کے خلاف نہیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ سیاسی پارٹیوں کے ایک صحت مند مقابلے سے جمہوریت کو ترقی ہوتی ہے۔ مگر بدقسمتی یہ ہے کہ ہماری نوعمر جمہوریت میں سیاسی پارٹیوں کے سامنے اقتدار کا مسئلہ سب سے زیادہ اہم ہوتا ہے اور وہ اقتدار حاصل کرنے کے لیے ہر طرح کی کوشش کرتی ہیں۔ اردو کے مسئلے پر سیاسی پارٹیوں کا رویہ بڑا دلچسپ بھی ہے اور سبق آموز بھی۔ بیس سال تک ہندوستان میں کانگریس ساری ریاستوں میں برسر اقتدار رہی۔ اس عرصے میں کانگریس کے ایک چھوٹے سے حلقے کی حمایت کے باوجود اردو کے لیے وہ حقوق نہ دیے جا سکے جو ملنے چاہیے تھے۔ اس عرصے میں بعض سیکولر پارٹیوں مثلاً پی۔ ایس۔ پی، سمیکت سوشلسٹ پارٹی، کمیونسٹ پارٹی نے اردو کے حقوق کو تسلیم کیا اور چناؤ کے موقع پر عوام سے کچھ وعدے کیے جن کی

شروع سے اردو کی مخالف رہی ہے۔ اب اس کے ذمہ دار کارکن اردو کو کچھ سہولتیں دینے کی بات ضرور کرنے لگے ہیں، مگر جب اردو کے حقوق کے لیے کوئی تحریک شروع ہوتی ہے تو جن سنگھ والوں کو فوراً اس میں پاکستان کا ہاتھ نظر آ جاتا ہے، حالانکہ اردو کی تحریک خالصتاً ہندوستانی تحریک ہے۔ یہ ہندوستانی عوام کے اس طبقے کی تحریک ہے جو اردو کو اپنی زبان سمجھتا ہے اور [illegible] اس کو فروغ چاہتا ہے۔ اگر ہندوستانی عوام کے اس حصے میں کسی ایک مذہب کے ماننے والوں کی اکثریت ہے (مسلمانوں کی) تو اس سے یہ فرقہ وارانہ تحریک کسی طرح نہیں ہو سکتی جس طرح کسی جماعت میں ہندوؤں کی اکثریت سے وہ جماعت لازمی طور پر قومی جماعت نہیں قرار دی جا سکتی۔ دیکھنا یہ پڑے گا کہ اس جماعت کے اصول کیا ہیں، اس کا طریقۂ کار کیا ہے اور وہ قومی جمہوری مقاصد کے لیے کام کرتی ہے یا نہیں۔ اردو دوستوں کو صرف یہ خیال رکھنا چاہیے کہ اردو کے پلیٹ فارم پر تمام اردو دوست بلا لحاظ مذہب و سیاسی مسلک جمع ہوں۔ چنانچہ اردو کی تحریک ہر لحاظ سے ایک قومی و جمہوری تحریک ہے اور اسے فرقہ وارانہ کہنا یا پاکستان کا ہاتھ اس میں دیکھنا شرارت اور تنگ نظری ہے۔ اب رہا سیکولر پارٹیوں مثلاً پی۔ ایس۔ پی، سوشلسٹ پارٹی اور کمیونسٹ پارٹی کا سوال تو اردو کے سلسلے میں ان کا ذہن صاف ہے، مگر ان کے سامنے بھی کسی پارٹی کی حکومت کا گرانا یا کسی کا قائم رکھنا زیادہ اہم ہوتا ہے کیونکہ وہ خود فیصلہ کن طاقت میں نہیں ہیں۔ کانگریس پارٹی چناؤ سے پہلے اتر پردیش میں اردو کو اس کا حق دینے کو تیار نہ تھی۔ اب مخلوط وزارت کو زک پہنچانے کے لیے اس کے کچھ رکن سرکاری زبان تسلیم کرنے کی بات کرتے ہیں۔ بہار کی کانگریسی حکومت خود مجلس قانون ساز میں سرکاری زبان ایکٹ میں ترمیم کے لیے تیار نہ تھی مگر صدر کو یہ مشورہ دینے کے لیے آمادہ تھی کہ دفعہ ۳۴۷ کے تحت اردو کو بھی سرکاری زبان تسلیم کر لیا جائے۔ نئی مخلوط وزارت کا ایک جز اردو کو بھی سرکاری زبان بنانے کے حق میں تھا، دوسرا جن سنگھ کی پالیسی کے مطابق اس کے خلاف۔ رانچی میں جو فسادات ہوئے ان کی صحیح تصویر تو سرکاری اور عدالتی جانچ کے بعد سامنے آئے گی، مگر اخباروں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اردو کو سرکاری زبان بنانے کے خلاف ہندی کے کچھ حامیوں

نے حملہ کرایا جس کے نتیجے میں ۲۰ افراد کی جانیں گئیں اور بہت زبردست نقصان ہوا۔ کہنا یہ ہے کہ انجمن کی شاخوں کی تنظیم اگر مضبوط ہو تو وہ اپنے طور پر اپنے تعلیمی ادارے کھولیں، اپنے علاقے میں تمام محبانِ وطن اور قومی کارکنوں کے تعاون سے حکومت سے سہولتیں حاصل کریں اور دستور نے جن حقوق کی ضمانت کی ہے ان کے حصول کے لیے تمام آئینی اور جمہوری طریقوں سے عوام کی ہمدردی حاصل کریں تو اردو کی تحریک کو فرقہ وارانہ جماعتیں اپنے اغراض کے لیے استعمال نہ کر سکیں اور نہ اردو سیاسی جماعتوں کے درمیان ایک فٹ بال بنے۔ سہولتوں کی بات ہم وجہ سے نیچے آئے میں ان سہولتوں کو قانونی حیثیت دینے کا مطالبہ بالکل درست ہے۔ دستور کی دفعہ ۳۴۵ اور ۳۴۷ میں اس کی گنجائش رکھی گئی ہے کہ اردو کو بھی سرکاری زبان تسلیم کیا جا سکے۔ سرکاری زبان تسلیم کرانا مقصد نہیں، ذریعہ ہے۔ مقصد اردو کی بقا اور ترقی ہے اور اس کے لیے انجمن کی شاخوں کو ہی جدوجہد کرنی پڑے گی اور قومی و جمہوری خطوط پر کام کرنا پڑے گا۔ کام صرف حکومت سے اپنے مطالبات کا نہیں ہوگا بلکہ اپنے طور پر تعمیری کام کرنے اور اپنے حلقے میں اردو کے لیے اعتماد اور یقین کی فضا پیدا کرنے اور اپنے تعمیری کاموں کے لیے مالی وسائل خود فراہم کرنے کا بھی۔ اس لیے شاخوں کو اپنی تنظیم عجلت سے جلد مکمل کر لینی چاہیے تاکہ نہ وہ سیاسی پارٹیوں کی آنکھ مچولی کا شکار ہو سکیں اور نہ اردو کی تحریک افسردگی اور بے دلی کی نذر ہو سکے۔

ایک اردو کا شیدا

یہ خبر نہایت رنج و غم کے ساتھ سنی گئی کہ ۲۶ راگست کو اردو کے لیے بھوک ہڑتال کے دوران کانپور میں جناب پنڈت دیونرائن پانڈے انتقال کر گئے۔

انھوں نے ۲۰ راگست کی شام سے ۹۶ گھنٹے کی بھوک ہڑتال شروع کی تھی ابھی بہتر گھنٹے گزرے تھے کہ ان کی حالت نازک ہونے لگی۔ پولیس انھیں ہسپتال لے گئی مگر وہ جاں بر نہ ہو سکے۔ اس خبر سے سچائی اور اخلاص کے قدردانوں اور سارے اردو دوست حلقوں میں غم و رنج کی لہر دوڑ گئی۔ شہر کے لوگوں نے اپنے کاروبار اور دوکانیں بند کر دیں۔ سوگواروں کی ایک بڑی تعداد نے ان کے آخری رسوم ادا کیے۔ پانڈے جی فرقہ وارانہ اتحاد اور قومی یکجہتی کے بڑے دلدادہ تھے اور اردو زبان کو ملک کے مختلف فرقوں اور جماعتوں کے درمیان اتحاد و دوستی کی ایک علامت تصور کرتے تھے۔ اسی جذبے کے تحت اس ستر برس سے زائد عمر کے بزرگ نے یہ انتہائی قدم اٹھایا۔ طریقۂ کار سے اختلاف ہو سکتا ہے لیکن خلوص، لگن اور سچائی جہاں بھی ہو قابلِ قدر ہے۔ ہم مرنے والے کی جناب میں اظہارِ عقیدت کرتے ہیں اور ان کی اس بے مثال قربانی کو امر سمجھتے ہیں۔ اردو کے مجاہدوں کی تاریخ میں ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ (ادارہ)

غالب کی صد سالہ برسی کے لیے مسلم یونیورسٹی کا پروگرام

فروری ۱۹۶۹ء میں غالب کی صد سالہ برسی ہندوستان اور دوسرے ممالک میں جہاں اردو کا چرچا ہے یا اردو سے دلچسپی ہے، منائی جائے گی۔ صدر شعبۂ اردو کی تحریک پر وائس چانسلر نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی طرف سے اس موقع کے لیے پروگرام بنانے اور یادگاری جلسوں کا انتظام کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنا دی۔ اس کے ممبروں کے نام یہ ہیں: ۱۔ جناب محمد فضل الرحمن پرو وائس چانسلر (صدر)

۲۔ ڈاکٹر عبد العلیم صدر شعبۂ عربی۔ ۳۔ ڈاکٹر نذیر احمد صدر شعبۂ فارسی۔ ۴۔ ڈاکٹر ہربنس لال شرما صدر شعبۂ ہندی۔ ۵۔ ڈاکٹر منیب الرحمن ریڈر ادارۂ علوم اسلامیہ۔ ۶۔ ڈاکٹر مختار الدین احمد ریڈر ادارۂ علوم اسلامیہ۔ ۷۔ پروفیسر آل احمد سرور (سکریٹری)

کمیٹی نے اپنے پہلے جلسے میں حسب ذیل کام تجویز کیے:

(الف) یونیورسٹی کی طرف سے حسب ذیل کتابیں غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر شائع کی جائیں:

(۱) غالب کی اردو شاعری اور اردو نثر کا تنقیدی مطالعہ۔

(۲) غالب کی فارسی شاعری اور فارسی نثر کا انتخاب مع فارسی مقدمہ۔

(۳) غالب کے اردو خطوط کا ان کی ادبی اہمیت کے لحاظ سے انتخاب جو اردو اور دیوناگری دونوں خطوں میں شائع ہو۔

(۴) غالب کے لگ بھگ ایک ہزار اردو و فارسی اشعار کا انگریزی میں ترجمہ۔

(۵) غالب کی کسی غیر مطبوعہ تصنیف کو مناسب حواشی کے ساتھ شائع کرنا۔

(ب) (۱) فروری ۱۹۶۹ء میں غالب پر ایک ڈراما پیش کیا جائے جسے ڈاکٹر منیب الرحمن تیار کریں۔

(۲) فروری ۱۹۶۹ء میں ایک خاص اجتماع کیا جائے جو تین دن تک جاری رہے اور اس میں یونیورسٹی کی مطبوعات پیش کی جائیں اور غالب کے فکر و فن پر مقالات پڑھے جائیں۔

(۳) غالب کی تصانیف اور غالب پر تصانیف اور مضامین، غالب کے خطوط اور تمام متعلقہ مواد کی نمائش کی جائے۔

(۴) فرحت اللہ بیگ کے یادگار مشاعرے کو اسٹیج کیا جائے۔

(۵) اس موقع پر ایک مشاعرہ بھی کیا جائے۔

(ج) غالب کے نام سے تین وظیفے دیے جائیں۔ ایک وظیفہ پچاس روپے ماہوار کا اس طالب علم کے لیے جو بی اے میں فرسٹ ڈویژن لایا ہو اور اردو میں ایم اے کر رہا ہو، دوسرا اس طالب علم کے لیے جو بی اے میں فرسٹ ڈویژن لایا ہو اور فارسی میں ایم اے کر رہا ہو اور تیسرا ڈیڑھ سو روپے ماہوار اس ریسرچ اسکالر کے لیے جو اردو میں پی۔ ایچ۔ ڈی کر رہا ہو۔

کمیٹی نے اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لیے انتظامات شروع کر دیے ہیں۔ خوشی کی بات ہے کہ وائس چانسلر کی سفارش پر یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے سارے مصارف کی ذمہ داری لے لی ہے۔ (ادارہ)

سورج تنویر

اردو، جن سنگھ اور پنجاب پریس

آج کل یوپی اور بہار کی غیر کانگرسی سودیشی حکومتیں اردو کے سوال پر امتحان میں پڑی ہوئی ہیں۔ ایک طرف برسراقتدار آنے سے قبل اردو زبان سے متعلق متحدہ محاذ کے وعدے ہیں اور دوسری طرف اس مسئلہ پر جن سنگھ کا متعصبانہ رویہ۔ جو غیر سے ہر دو ریاستوں کی حکومت میں مؤثر حصہ دار پارٹی ہے۔ جن سنگھ کی تنگ نظری نے دونوں ریاستی حکومتوں کو اصول پسندی اور اقتدار پرستی کے دوراہے پر لاکھڑا کیا ہے۔

دیکھئے رہتا ہے کس کے ہاتھ میدان بہار

یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا کہ یوپی اور بہار کی حکومتیں اپنا وعدہ ایفا کرکے اصول پسندی کا ثبوت دیتی ہیں۔ یا ہوس اقتدار میں موقع پرستی کا راستہ اپناتی ہیں۔ لیکن اردو زبان سے متعلق جن سنگھ کی اس انتہا پسندانہ روش کو پورے ملک کی رائے عامہ نے ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ جس میں پنجاب بھی شامل ہے۔ پنجاب کے تقریباً تمام اور ہر مکتبہ خیال کے اخبارات نے اس مسئلہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے جن سنگھ کے رویہ پر کڑی نکتہ چینی کی ہے۔

پنجاب پریس کی طرف سے اردو کی حمایت ایک طرح سے جن سنگھ کے منہ پر طمانچہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ جن سنگھ اردو کو صرف مسلمانوں کی زبان قرار دے کر اس کی مخالفت کر رہا ہے لیکن پنجاب کے تمام تر اردو اخبارات (جن میں جالندھر سے شایع ہونے والا جن سنگھ کا ترجمان "اردو روزنامہ پردیپ" بھی شامل ہے) ہندوؤں کی ملکیت ہیں۔ اور ہندوؤں کے یہ اردو اخبار ہندوستان بھر سے شایع ہونے والے اردو اخباروں میں سب سے کثیرالاشاعت ہیں۔

ہم قارئین کی معلومات اور جن سنگھیوں کی عبرت کے لیے پنجاب کے ان اخبارات میں سے بعض کے اداریوں کا خلاصہ ان معاصرین کے شکریہ کے ساتھ ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

روزنامہ "ملاپ" اردو کا واحد اخبار ہے جو بیک وقت جالندھر دلی اور حیدرآباد سے شایع ہوتا ہے۔ معاصر ملاپ کے مدیر اعلیٰ شری رنبیر جی نے متعدد اداریے سپرد قلم فرمائے ہیں جن میں اردو کو دوسری زبان کا درجہ دینے کی حمایت اور اس سلسلہ میں جن سنگھ کے رویہ کی شدید مذمت کی گئی ہے۔

معاصر ملاپ جالندھر اپنے ایک مقالہ افتتاحیہ "دوسری بھاشا کیوں نہیں؟" کے عنوان سے رقم طراز ہے۔

"جو بھائی اردو کو مسلمانوں کی بھاشا سمجھتے ہیں یا اسے کسی پرانت کی دوسری بھاشا بنانے کے مقصد کو مسلمانوں کا مطالبہ کہتے اور بتانے کا یتن کرتے ہیں۔ میرے خیال میں وہ سب سے بڑا اردو سے ناانصافی کرتے ہیں...... جو صدیوں سے ہندوستان کی بھاشا ہے اور جس کا کسی مذہب یا کسی فرقہ سے کوئی تعلق نہیں۔ آج یوپی اور بہار میں مطالبہ ہو رہا ہے کہ دونوں پرانتوں میں اردو کو ہندی کے ساتھ ساتھ دوسری بھاشا کا درجہ دیا جائے...... ان دونوں صوبوں میں اردو بولنے اور سمجھنے والوں کی تعداد کثیر میں ہونے کے باوجود اس زبان سے زیادتی ہو رہی اور انصاف پسند آدمی اس مطالبے کو حق بجانب سمجھتے لیکن اس مطالبے کو مسلمانوں کا مطالبہ کہا جاتا ہے۔ مسلمانوں کو خوش کرنے کے لیے اس پر غور کیا جائے۔ تو میں دکھ سے کہتا ہوں کہ یہ بات سراسر غلط ہے...... مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ ایسی باتیں کہتے ہیں وہ یا تو کٹڑ پنتھی ہیں یا پھر وہ [illegible] کسی غرض سے ایسا کہتے ہیں...... کیا کوئی اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ اسی اردو میں مہان گرنتھ شری بھگوت گیتا، مہابھارت، رامائن، ویدوں، اپنشدوں اور متعدد دوسری کتابیں موجود ہیں...... صاف اور سیدھی سچائی یہ ہے کہ اردو دیش ہی کی اس دیش کی بھاشا ہے جیسے پنجابی، مراٹھی، گجراتی یا دوسری بھاشائیں ہیں...... میں ایسے مسلمانوں کو جانتا ہوں جن کے لیے اردو اسی طرح پرائی ہے جیسے انگریزی۔ اور ایسے ہندوؤں کو بھی جانتا ہوں جن کی ماتری بھاشا اردو ہے۔ جو آج بھی ہندو ہوتے ہوئے اردو لکھتے ہیں کہ سننے اور پڑھنے والے کا دل جھوم اٹھتا ہے...... سچ تو یہ ہے کہ اردو کے ساتھ بڑی ہمدردی سیاستدانوں نے تمناؤں کا اظہار تو بہت کیا لیکن انھیں عملی جامہ پہنانے کا بھی کوئی جتن نہیں کیا۔ کہنے کو تو اردو بھی ہماری ایک قومی بھاشا ہے۔ لیکن حالت یہ ہے کہ دیش کے اٹھارہ صوبوں اور مرکزی علاقوں میں سے کسی بھی جگہ اردو کو سرکاری بھاشا کا درجہ حاصل نہیں۔ ایسی حالت میں اردو کی رکشا ہوگی تو کیسے ہوگی؟...... ہمیں یہ کہنے کا کوئی فائدہ نہیں کہ اردو کی رکشا ہونی چاہئے۔ رکشا کرنے

کا سیدھا سادہ طریقہ یہ ہے کہ ان دونوں صوبوں میں اگر اردو حسب سرکاری زبان بنانا کسی طرح ناممکن ہے تو اردو کو دوسری سرکاری زبان ضرور بنایا جائے اس کے بغیر یہ جھگڑا کسی طرح ختم نہیں ہو سکتا۔"

معاصر موصوف نے اپنی دوسری اشاعت میں اپنے ایک اداریہ بعنوان "اردو اور چرن سنگھ" میں لکھا ہے:۔

"اتر پردیش کی وزارتی پارٹی میں ایک نیا کرائسس پیدا ہو گیا ہے جس کے جھگڑے کی بنیاد زبان کا مسئلہ ہے۔ اقبال نے ٹھیک کہا تھا۔

یا مندر کے جھگڑے تھے یا دستورِ محبت زندہ تھا

اب جنگ ہے اردو ہندی کی یہ زبانی جھگڑا ہے

یہ اس وقت کی بات ہے جب انگریز اس ملک میں موجود تھا۔ "تقسیم کرو اور حکومت کرو" کی پالیسی چلانے کے لیے نت نئے جھگڑے پیدا کرتا تھا اور نت نئی تفریق۔ اب انگریز تو ہیں نہیں لیکن ان کے چھوڑے ہوئے ضرور ہیں۔ ان کی کوشش یہ ہے کہ جھگڑے قائم رہیں، اختلافات قائم رہیں۔ تاکہ ان کی لیڈری چلتی رہے۔ اب بے چاری اردو کو جھگڑے کا کارن بنانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اتر پردیش سرکار میں بھانت بھانت کے "دل" شامل ہیں۔ وزارت نے فیصلہ کیا ہے کہ اردو کو بھی ہندی کے ساتھ ساتھ یوپی کی دوسری بھاشا قرار دیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ فیصلہ بالکل درست ہے۔ یوپی کے لیے اردو پرائی بھاشا نہیں۔ خالص یوپی والوں کی بھاشا ہے ..... اگر اس علاقے میں اردو کو ثانوی بھاشا بنا دیا جائے تو نہ صرف درست ہے۔ بلکہ قطعاً حق بجانب بھی .... لیکن وزارتی پارٹی کا چرن سنگھی دھڑا بضد ہے کہ وہ کسی بھی حالت میں اردو کو یوپی کی دوسری سرکاری بھاشا بننے نہیں دے گا۔ .... اردو کے متعلق چرن سنگھ کا یہ رویہ از مذکرہ بالا شعر کے مترادف نہیں تو اور کیا ہے؟ جھگڑے قائم رکھنے کے سوائے اردو کی مخالفت کا مقصد کیا ہے؟"

مرحوم کیروں وزارت کے ایک سابق رکن اور پنجاب پردیش کانگریس کے سابق جنرل سکریٹری اور موجودہ جن کانگریس لیڈر لالہ جگت نارائن ایم پی ہندی کے کٹر حامی ہیں۔ مگر آپ کے روزنامہ "ہند سماچار" نے بھی اپنے ایک مقالہ افتتاحیہ بعنوان "اردو اور چرن سنگھ" میں لکھا ہے:۔

"چرن سنگھ نے اردو کے سوال پر بہار اور اتر پردیش کی کولیشن وزارتوں سے باہر نکل آنے کی دھمکی دی ہے .... پرجا سوشلسٹ، کمیونسٹ، سنیکت سوشلسٹ اور جن کانگریس اردو کو ان دونوں صوبوں میں ایک سہائک بھاشا کا درجہ دینے کو تیار ہیں۔ اور جب ان دونوں صوبوں میں اپوزیشن پارٹیوں نے مل کر متحدہ محاذ بنائے تھے تو ان کے پروگرام میں اردو کو ایک سہائک بھاشا بنانے کی مد بھی شامل تھی .... اب جبکہ یہ مطالبہ زور پکڑنے لگا ہے اور محاذوں میں شامل دوسری پارٹیوں نے اردو کو سہائک بھاشا قرار دینے کی مانگ کی ہے۔ تو چرن سنگھ نے ان دونوں وزارتوں سے باہر نکل آنے کی دھمکی دے دی ہے ...... اس میں شک نہیں کہ اردو مسلم دور حکومت کی پیداوار ہے۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس کی پرورش بھارت کی ہی سرزمین پر ہوئی ہے اور کروڑوں ہندوستانیوں نے اسے اپنایا ہی نہیں بلکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ جیسے بھارتیہ نریشوں نے بھی اسے تحفظ دیا۔ اس سوال پر دو رائیں نہیں ہو سکتیں کہ اردو کسی بھی طور پر بھارت یا اس کے کسی بھی پردیش کی راشٹریہ یا علاقائی بھاشا کا درجہ نہیں لے سکتی۔ کیونکہ کسی بھی جگہ اردو بولنے والوں کی اکثریت موجود نہیں لیکن اسے ایک سہائک بھاشا کے طور پر لاگو کرنے پر اعتراض نہ ہونا چاہئے۔ خصوصاً اس حالت میں جبکہ بھارت کے ودھان میں دیش کی چودہ علاقائی بھاشاؤں میں اسے ایک قرار دیا گیا ہے۔ اگر تھوڑی دیر کے لیے یہ مان بھی لیا جائے کہ اردو مسلم دور کی ہی پیداوار ہے تو بھی اگر چھ کروڑ سے زیادہ مسلمان اس دیش میں رہ سکتے ہیں تو اردو بھاشا کو دیش نکالا کیوں؟ .... کیا یہ حقیقت نہیں کہ چرن سنگھ نے جنوبی ہند میں اپنے پاؤں جمانے کے لیے اور جنوبی ہند کے عوام کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے انگریزی کو تب تک لنک بھاشا کے طور پر رکھنا مان لیا ہے جب تک وہ ہندی کو رضاکارانہ طور پر اپنی راشٹر بھاشا نہیں مان لیتے؟ اگر انگریزی کو ایک بدیشی بھاشا ہوتے ہوئے برداشت

(باقی صفحہ ۷ پر)

غزلیں

میکش کانپوری

جو زندگی کے تلخ تقاضوں سے ڈر گئے
وہ بدنصیب موت سے پہلے ہی مر گئے
آوازِ دل کی آئی تعاقب میں دور تک
جب ہم نشیبِ وادیٔ غم میں اتر گئے
شفاف آنسوؤں کے چھلکنے کی بازگشت
اتنی حسین تھی کہ زمانے ٹھہر گئے
اللہ رے ترکِ عشق کی یہ دل فریبیاں
وہ جب بھی یاد آئے تو بے چین کر گئے
ناقوس دیر چپ ہے، اذانِ حرم خموش
اے انقلابِ وقت! یہ انساں کدھر گئے
تاریخ کہہ رہی ہے شہیدانِ عشق
تصویرِ زندگی میں نیا رنگ بھر گئے
عنوانِ داستانِ الم جن زباں پہ تھا
یہ کیا ہوا عروسِ وفا کے گیسو بکھر گئے
میکش دکھا رہے ہیں پیچ و خمِ راہِ زندگی
کیسے کہوں کہ بگڑے مقدر سنور گئے

علی عباس امید

ہر سانس کو انسان کی عظمت کا یقیں ہے
کہ دورِ شبِ تاریک سے اب صبح قریں ہے
جو لوگ اندھیروں میں بھٹکتے ہیں ابھی تک
آگاہ انھیں کیجیے سورج بھی دریں ہے
پھر جام بکف گردشِ دوراں ہے سفر میں
بکتے ہیں مرے خواب کہ ساعت یہ حسیں ہے
اک روز اتارا تھا جسے عرش سے تو نے
اب فاتحِ افلاک وہی فرش نشیں ہے
ہر راہ پہ ہر موڑ پہ سجتی ہیں صلیبیں
اس دور میں امید بھی بیمار و حزیں ہے

شاہد عزیز

دل کی ہر بات بتاؤ نہ بہت رات گئے
اپنے زخموں کو جگاؤ نہ بہت رات گئے
میرے گیتوں میں مرے غم کے سوا کچھ بھی نہیں
تم مرے گیت سناؤ نہ بہت رات گئے
دل کے ارمان جلائے ہوئے مدت گزری
پھر کوئی خواب دکھاؤ نہ بہت رات گئے
میں سمجھ سکتا ہوں ان کانپتے ہونٹوں کا سوال
تم کوئی راز چھپاؤ نہ بہت رات گئے
ان اندھیروں کو اجالوں کی تمنا کب ہے؟
تم کوئی دیپ جلاؤ نہ بہت رات گئے
میں نے آنکھوں میں چھپا رکھی ہے تصویرِ سحر
تم کوئی رنگ لٹاؤ نہ بہت رات گئے
دل کے ٹوٹے ہوئے تاروں سے نہ نکلے گی صدا
تم کوئی ساز اٹھاؤ نہ بہت رات گئے

ہندی اور اردو کے ادیبوں کا مشترکہ بیان

ہندی اور اردو کے ممتاز ادیبوں نے جن میں یشپال، بھگوتی چرن ورما، امرت لال ناگر، فراق گورکھپوری، سجاد ظہیر، مخدوم محی الدین اور دوسرے شامل ہیں، اپنے ایک مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ ریاست اتر پردیش میں ہندی کے ساتھ اردو کو علاقائی زبان کی حیثیت حاصل ہے۔ اس لیے دونوں زبانوں کو ترقی دینی چاہیے اور سب ہی ضروری اور عملی مقاصد کے لیے اردو کو استعمال کرنے اور اس کی ترقی کے لیے تمام سہولتیں دی جائیں۔ اس مشترکہ بیان کا مکمل متن حسب ذیل ہے۔

ہم ادیب، جو لکھنؤ میں ۱۱ اگست کو جمع ہوئے متفقہ طور پر یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہندی ہماری راشٹر بھاشا ہے اور ہماری یہ رائے ہے کہ سب ہی قومی زبانوں کو اپنی ترقی کے لیے زیادہ سے زیادہ موقعے اور سہولتیں ملنی چاہئیں۔

ریاست اتر پردیش کے لیے ہمارا یہ خیال ہے کہ ہندی کے ساتھ اردو بھی درحقیقت علاقائی زبان ہے۔ اس لیے ہم ہندی اور اردو دونوں کی زیادہ سے زیادہ ترقی کے لیے کوشش کریں گے۔

ہم اس بات کے مخالف ہیں کہ اردو کی ترقی یا اردو رسم خط کے استعمال کی راہ میں کوئی رکاوٹ ڈالی جائے۔ ہم بہت پرزور طریقہ پر سفارش کرتے ہیں کہ ہندی اور اردو کی مناسب معقول ترقی کے لیے اردو اور ہندی دونوں کے ادب کو ہر سطح پر نصابی کتابوں میں شامل کیا جانا ضروری ہے۔

ہم ہندی کو اتر پردیش کی واحد سرکاری زبان تسلیم کرتے ہیں لیکن ہم اس کے ساتھ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ سب ہی ضروری اور عملی مقاصد کے لیے اردو کو استعمال کرنے اور اس کی ترقی کے لیے تمام سہولتیں دی جائیں۔

ہم زبان کے سوال پر کشیدگی پیدا کرنے کی کوشش کی چاہے وہ کسی طرف سے بھی کی جاتی ہو سخت مذمت کرتے ہیں۔

اس بیان پر حسب ذیل ادیبوں اور شاعروں نے دستخط کیے:
فراق گورکھپوری، یشپال، سجاد ظہیر، بھگوتی چرن ورما، کرشن چندر، امرت لال ناگر، خواجہ احمد عباس، ساحر لدھیانوی، مخدوم محی الدین، ڈاکٹر داؤجی گپتا، نریش کمار، رام لعل، آنند دیو، حامدہ حبیب اللہ، تدبیر بنارسی، گوپال اپادھیائے، ستیش بترا، وشیشر پردیپ، آنند نراین ملا۔

ہندی اور اردو کے ان ممتاز ادیبوں اور شاعروں کے اس مشترکہ بیان کا تمام جمہوریت پسند حلقوں نے پرجوش خیر مقدم کیا ہے۔ (حیات)

صفحہ ۴ سے آگے

کیا جا سکتا ہے تو اردو کو کیوں نہیں۔ جو اسی دیش میں ہی پیدا ہوئی اور جس کو آج بھی کروڑوں دیش واسی اپنی بھاشا کے طور پر استعمال کرتے ہیں؟۔ اگر جن سنگھ کو ایک سیکولر سنستھا کے طور پر بھارت میں رہنا ہے تو سے فرقہ وارانہ تنگ نظری کو خیرباد کہنا ہوگا۔"

روزنامہ "پربھات" جالندھر نے بھی اپنے ایک اداریہ "اردو بھاشا کی بات" کے زیرِ عنوان لکھا ہے۔ جس میں کہا گیا ہے:۔

"اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جو زور، روانی اور فصاحت اردو میں ہے ہندی اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اردو کے استادوں نے اردو زبان کے محاورے اور الفاظ کو کمال باریکی سے تراشا اور بنایا ہے .... دکن کی عثمانیہ یونیورسٹی نے یونیورسٹی کی سطح پر اردو کو ذریعۂ تعلیم بنایا۔ اور یہ تجربہ کافی حد تک کامیاب بھی رہا .... دلی اور اترپردیش میں بھی اردو انگریزی کے ساتھ سرکاری زبان تھی اور اسکولوں میں ابتدائی تعلیم کا واحد ذریعہ اردو ہی تھا ...... جہاں تک دلی اترپردیش اور بہار کا تعلق ہے۔ وہاں اردو بولنے والے خاصی بڑی تعداد میں بستے ہیں۔ اور ان کی طرف سے مانگ کی جا رہی ہے کہ ان پردیشوں میں اردو کو دوسری بھاشا کا درجہ دیا جائے۔ لیکن جن سنگھ اور آریہ سماج ڈٹ کر اس مطالبہ کی مخالفت کر رہے ہیں۔ چنانچہ جن سنگھ نے تو باقاعدہ طور پر ریزولیوشن پاس کر دیا ہے کہ وہ اردو کے بارے میں کئے گئے مطالبہ کو بھی نہیں مانے گا۔ اس مخالفت سے ہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ جن سنگھی اور مہاشے کس راہ پر چل رہے ہیں۔"

پنجاب کے صرف اردو اخبارات نے ہی اردو کے خلاف جن سنگھ کی متعصبانہ روش کو ناپسند نہیں کیا بلکہ پنجابی (گورمکھی) اخبارات نے بھی جن سنگھ کی گوشمالی کی ہے یہاں ہم گورمکھی کے دو مستند کثیر الاشاعت اخبارات روزنامہ "اجیت" اور "جتھیدار" کے اداریوں کا اقتباس پیش کرتے ہیں۔

روزنامہ "جتھیدار" مشہور اکالی راہنما ماسٹر تارا سنگھ کا ترجمان ہے اس نے "جن سنگھ اور اردو" کے عنوان سے جو اداریہ لکھا ہے اس میں کہا گیا ہے:۔

"۔۔ جن سنگھ کی پارلیمنٹری پارٹی کی ایگزیکٹو نے بھاشا سے متعلق اپنی پالیسی پر غور کر کے جو قرارداد پاس کی ہے اس میں اردو کو اترپردیش اور بہار کی دوسری سرکاری بھاشا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے ...... ہم سمجھتے ہیں کہ جن سنگھ نے ابھی تک بھاشائی تعصب اور بھاشا کو دھرم کے ساتھ جوڑ کر سوچنے کی پالیسی ترک نہیں کی ہے جن سنگھ اردو کا مخالف کیوں ہے؟ واحد وجہ یہ ہے کہ مسلمان اردو کو زیادہ اپناتے ہیں۔ اس لیے جن سنگھ اردو کو قبول نہیں کرتا۔ اگر اردو مسلمانوں کی زبان نہ ہوتی تو جن سنگھی فرقہ پرستوں کو (اسے) اپنانے کوئی تکلیف نہ ہوتی۔ حقیقتاً اردو صرف مسلمانوں کی بھاشا نہیں۔ یہ تو مغل دور میں فارسی اور ہندوستانی کو ملا کر ایجاد کی ہوئی زبان ہے۔ جس کو اترپردیش اور بہار کے لاکھوں لوگ بولتے ہیں۔ انگریزوں کے عہد میں جب بھاشائی جھگڑے دھرم کے ساتھ جوڑ کر شروع کئے گئے تو اس زمانہ میں اردو "مسلمانوں کی زبان" بنا دی گئی۔ جس طرح پنجابی کو خواہ مخواہ سکھوں کی بھاشا بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جن سنگھ کے اردو کے خلاف فیصلے سے شاید چند سال کے لیے اردو کا راستہ رک جائے۔ لیکن اس سے ہندی کو بھی یقیناً نقصان پہنچے گا۔ اردو پریمی ہندی کے خلاف نفرت کا پرچار کریں گے۔ ہندی کے نفاذ میں بھی رکاوٹ پڑے گی۔ اس طرح جن سنگھ کی تنگ نظری ہندی کی تباہی میں معاون ہوگی۔ ۔۔۔" (ترجمہ)

پنجابی زبان کے نامور صحافی، ادیب اور شاعر سردار سادھو سنگھ ہمدرد نے اپنے گورمکھی روزنامہ "اجیت" میں "اردو کی یہ مخالفت" کے عنوان سے ایک اداریہ سپردِ قلم فرمایا ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ:۔

"۔۔۔ محبانِ اردو کی طرف سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ اترپردیش اور بہار میں اردو کو سرکاری درجہ دیا جائے۔ .... اترپردیش میں اردو ایک سو سال سے زیادہ عرصہ تک "راج بھاشا" رہی ہے۔ لکھنؤ دلی کے بعد اردو کے عظیم اساتذہ کا مرکز رہا ہے۔ اترپردیش کی آبادی کا وافر حصہ آج بھی وہاں موجود ہے۔ جو اردو کو اپنی مادری زبان تسلیم کرتا ہے۔ اور ان کی روزمرہ استعمال کی زبان بھی اردو ہی ہے اسی طرح بہار میں بھی اردو بولنے والوں کی کافی تعداد موجود ہے۔ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ جن سنگھ نہ صرف اس مطالبہ کی مخالفت کر رہا ہے۔ بلکہ اس نے بہار ودھان سبھا کے سامنے اردو کے خلاف مظاہرہ بھی کروایا ...... (باقی صفحہ ۲۰ پر)

مراسلات

یادگاری جلدوں کی تجویز کے بارے میں

"ہماری زبان" کے ۲۲ اگست ۱۹۶۷ء کے شمارے میں پروفیسر ڈاکٹر گیان چند صاحب کا مراسلہ نظر سے گزرا جس میں موصوف نے یہ تحریک کی ہے کہ پروفیسر مسعود حسن رضوی صاحب اور مجھے حسب دستور یادگاری جلدیں پیش کی جائیں۔ اس تجویز سے ڈاکٹر صاحب محترم نے از راہِ اخلاص و اکرام جس طرح میری توقیر بڑھائی ہے اس کے لیے سراپا سپاس گزار رہوں گا لیکن نہایت عاجزی اور احترام سے ڈاکٹر صاحب اور اپنے دوسرے عزیزوں، دوستوں اور بزرگوں سے عرض کروں گا کہ مجھے اس گراں قدر نوازش سے معاف رکھا جائے۔ کچھ دن ہوئے ایک عزیز مکرم نے جو ایک بڑے مقبول و متقدر علمی و ادبی اردو رسالے کے اڈیٹر ہیں میری عزت افزائی کے لیے اسی نوع کی ایک تجویز پیش کی تھی میری معذرت پر موصوف آزردہ ضرور ہوئے لیکن بالآخر از راہِ مرحمت مجھے معاف کر دیا جس کے لیے میں ہمیشہ شکر گزار رہوں گا۔ یہی درخواست ڈاکٹر گیان چند صاحب اور دوسرے مخلصوں سے ہے نہایت عاجزی سے یہ بھی التماس ہے کہ اس مسئلے کو اخباری مباحثہ نہ بنایا جائے۔

خاکسار۔
رشید احمد صدیقی

اُردو تحریک اور اُردو ادیب

"۸ اگست ۱۹۶۷ء کو ایک خبر شائع ہوئی تھی جس کے ذریعہ سجاد ظہیر، ساحر لدھیانوی، کرشن چندر، مخدوم محی الدین، فراق گورکھپوری وغیرہ وغیرہ نے متفقہ طور پر بیانات دیے تھے کہ وہ صرف ہندی کو یو۔پی کی سرکاری زبان مانتے ہیں اور اردو کو صرف ایک اہم زبان کی حیثیت سے تسلیم کرتے ہیں جس کو سرکار کی طرف سے سہولتیں مہیا ہونی چاہیے۔ اس طرح سے یہ لوگ نہیں چاہتے ہیں کہ اردو کی حیثیت بطور دوسری سرکاری زبان کے مان لی جائے۔ یہ اور تعجب انگیز بات ہے کہ حسب بالا ادیب ابھی تک اپنے کو ترقی پسند ادیب کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں جب کہ ان کے افکار و اعمال اس بات کو ثابت نہیں کرتے ہیں۔ یہ موقع نہیں ہے کہ میں ان کے افکار و اعمال کو ایک ایک کر کے گناؤں لیکن اردو کے متعلق جو رویہ ان لوگوں نے اختیار کیا ہے وہ انتہائی دردناک ہے جس زبان میں یہ لوگ ہمیشہ سے لکھتے رہے ہیں اگر اس زبان کے یہ لوگ اتنی بے رخی کا رویہ اختیار کر سکتے ہیں تو عوام کے ساتھ ان کا سلوک کیا ہوگا۔ اس کے بارے میں آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔

(حسن شبیر)

غیور جعفری کی غزل

یکم اگست ۱۹۶۷ء کے "ہماری زبان" میں جناب نجمی ادیبی کا ایک مراسلہ غیور جعفری کی غزل سے متعلق شائع ہوا ہے جس میں مراسلہ نگار نے آزاد گورداسپوری، شاد عارفی، ساحر لدھیانوی اور آبرو حسنی کے مصرعوں سے مثالیں پیش کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ غیور نے توڑ مروڑ کر یہ مصرعے اپنا لیے ہیں۔ میں اس اعتراض کو غلط تو نہیں کہہ سکتا مگر یہ کہوں گا کہ زمین کچھ ایسی ہے کہ اس طرح کے مصرعے ہر شاعر کے ذہن میں آ سکتے ہیں۔ ہمیں اور بہت سی غزلوں میں بھی ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے:

میری غزلوں کو نئے دور کا معیار کہو
خورشید احمد جامی

میرے شعروں کو نئے دور کا معیار کہو
علی عباس امید

تجھ کو کے رکھ دیا ساغر کہ شراب میں آب
عبد الغفار رفیق حیدر آبادی

یہ کہہ کے رکھ دیا ساغر کہ شراب میں آب
آتش

محبت میں اک ایسا وقت بھی آتا ہے انساں پر
جگر مراد آبادی

محبت میں اک ایسا وقت بھی دل پر گزرتا ہے
حباب ہاشمی فتحپوری

جانِ ہندوستان ہے پیارے
جوش ملیح آبادی و جگر مراد آبادی

ممکن ہے غیور صاحب کو بھی ایسا ہی ہوا ہو۔ اگر ان کے اشعار اور مذکورۂ بالا شعرا کے اشعار کا مفہوم یکساں ہے تو پھر نجمی ادیبی صاحب کا اعتراض درست ہے ورنہ غیور صاحب حدودِ سرقہ سے باہر ہیں۔

(عبد الرحیم نشتر)

نوح ناروی کے متعلق معلومات

میں نوح ناروی پر کام کر رہا ہوں جن حضرات کے پاس مرحوم کے خطوط یا قلمی تحریریں ہوں یا جن کے ذہن میں کچھ ایسے واقعات و حالات محفوظ ہوں جو مرحوم کی شخصیت اور شاعری کے کسی پہلو پر روشنی ڈال سکیں ان سے گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل پتہ پر مطلع فرمائیں۔

اگر کوئی صاحب ایسے افراد کے پتے عنایت فرمائیں جو مرحوم کے بارے میں معلومات فراہم کرنے میں معاونت کر سکیں یا ایسے کم یاب رسائل کی نشان دہی کریں جن میں مرحوم کے متعلق مواد موجود ہو تو یہ بھی بڑی نوازش ہوگی۔

ظفر الاسلام ظفر
ہیڈ ماسٹر ہائی اسکول کہنہ و ندر بھیونڈی
ضلع تھانہ ریاست مہاراشٹر

اردو کو مزید سہولتیں دی جائیں گی

آگرہ۔ وزیر اعلیٰ چودھری چرن سنگھ نے پریس کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اردو کو صوبہ کی دوسری سرکاری زبان کا درجہ نہیں دیا جا سکتا کیوں کہ صوبہ کی رائے عامہ اس طرح کی تبدیلی کے خلاف ہے۔ اردو کے حمایتیوں سے انھوں نے یہ بات کہہ دی ہے کہ اردو کو مزید سہولتیں دی جائیں گی۔ گزٹ کے خصوصی حصے بھی اس زبان میں شائع کیے جائیں گے۔

ایک کمیٹی بنا دی گئی ہے جو اردو زبان کو مزید سہولتیں دینے کے سوال پر حکومت کو مشورہ دے گی۔

اردو تحریک کو پاکستان سے امداد مل رہی ہے

صدر جن سنگھ مسٹر مدھوک کی پریس کانفرنس

حیدرآباد۔ مسٹر بلراج مدھوک صدر بھارتیہ جن سنگھ نے کہا کہ بیرونی ملکوں میں ہندوستان کی نمائندگی صرف ایک ہی زبان کے ذریعہ ہونی چاہیے اور وہ زبان ہندی ہی ہو سکتی ہے۔ ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ اندرون ملک دستور کے تحت مسلمہ زبانوں کو استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن ایک رابطہ کی زبان ناگزیر ہے اور یہ موقف ہندی کو دستوری لحاظ سے حاصل ہے۔ جناب مدھوک نے کہا کہ ہندی کسی مخصوص علاقہ کے عوام کی مادری زبان نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ تمام ہندوستانی زبانوں کے لیے دیوناگری رسم الخط رائج کر دیا جائے تو ہندی کو قومی زبان کے طور پر تسلیم کرنے میں کسی کو دشواری نہیں ہوگی۔

جناب مدھوک نے کہا کہ ہندوستان میں دیگر عالمی زبانوں کی تعلیم کا انتظام بھی ہونا چاہیے اور انگریزی کو بدستور ملک میں خصوصی اور اہم مقام حاصل رہنا چاہیے۔ انھوں نے کہا کہ جن سنگھ اردو کو کسی قسم کا خصوصی موقف دینے کی کسی بھی تحریک کی شدت سے مخالفت کرے گی۔ انھوں نے الزام عائد کیا کہ اردو کے لیے تحریکات کو پاکستان سے مالی امداد حاصل ہو رہی ہے۔ صدر جن سنگھ نے کہا کہ ماضی میں سنسکرت اور پالی ملک کی رابطہ کی زبان رہ چکی ہے۔ اب یہ رول ہندی کو انجام دینا پڑے گا۔

اردو سے متعلق جن سنگھ کے قائدین کے رویہ کی مذمت

حیدرآباد۔ انجمن ترقی اردو کے معتمد تنظیمی اور سکریٹری معتمد شہری کمیٹی جناب سرینواس لاہوٹی نے اردو سے متعلق جن سنگھی قائدین کے رویہ کی مذمت کی ہے جو کہ انھوں نے اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دینے کے سلسلہ میں حکومت آندھرا پردیش کی سرپرستی کے بارے میں اختیار کیا ہے۔ جناب لاہوٹی نے کہا کہ حکومت آندھرا پردیش کا رویہ ہندی ریاستوں جیسا نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ اردو کے بہی خواہ دوسری سرکاری زبان کی حیثیت سے اردو کے موجودہ موقف کو برقرار رکھنے کے لیے اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے نیز وہ ان فرقہ وارانہ ذہنیتوں کے خلاف بھی جدوجہد جاری رکھیں گے جن کا مظاہرہ جن سنگھ اور دوسری جماعتوں کی جانب سے کیا جا رہا ہے تاکہ ہندوستان میں سیکولر نظریہ کو پوری طرح استحکام حاصل ہو سکے۔ (سیاست)

اردو کی جنم بھومی پاکستان نہیں ہندوستان ہے

صدر سندھی سماج کا بیان

حیدرآباد۔ ڈاکٹر جیٹھانند راشٹروادی صدر آل انڈیا سندھی سماج نے ہندوستانی زبان کے بارے میں ایک بیان جاری کیا جس میں انھوں نے کہا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم سب ہندوستانی ایک قوم ہیں۔ ہماری قومی زبان بقول مہاتما گاندھی ہندوستانی ہے جسے ہندی اور اردو بھی کہا جاتا ہے۔ جب تک ہماری قومی زبان ایک نہ ہو متحدہ قومیت کا استحکام نہیں ہو سکے گا۔

ہمیں خوشی ہے کہ حکومت ہند نے قومی زبان کو ملک میں رائج کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ مجھے یہ کہتے ہوئے انتہائی دکھ ہوتا ہے کہ بعض ہمارے قائدین ہندی کے پریمی ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن اردو کو جو ہندی ہی کی ایک شکل ہے کی راہ میں حائل ہو جاتے ہیں چنانچہ حال ہی میں بلراج مدھوک نے اردو سے متعلق جو بیانات جاری کیے ہیں وہ بڑی زیادتی پر مبنی ہیں۔ اردو کی جنم بھومی پاکستان نہیں ہندوستان ہے۔ اگر ہمارے ہمسایہ ملک نے اسے اپنا لیا ہے تو یہ ہمارے لیے باعث فخر ہے۔ مدھوک صاحب کا یہ بیان کہ ہندوستان میں اردو کی حمایت کے لیے پاکستان سرپرستی کر رہا ہے، ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ میرے خیال میں اردو کی مخالفت اور ہندی کی مخالفت اس وقت تک رہے گی جب تک کہ ہندی والے اپنے حلیف اردو اور سندھی زبان کو اپنے ساتھ نہ لیں ہندی جنوب میں آگے نہیں بڑھ سکتی۔ راجگوپال آچاریہ جیسی ممتاز شخصیتوں کی مخالفتوں کے طوفان کو نہیں روک سکتے جس کے لیے میں سندھی ہندی کے ایک پریمی کی حیثیت سے اپیل کرتا ہوں کہ اردو کی مخالفت چھوڑ دیں۔ (اجیت)

اردو کی مخالفت میں فساد کی فخرالدین علی احمد کی مذمت

دمدم۔ رانچی سے ہوتے ہوئے گوہاٹی جاتے وقت دمدم کے ہوائی اڈے پر مرکزی وزیر صنعتی ترقی جناب فخرالدین علی احمد نے رانچی میں اردو کی مخالفت اور فرقہ وارانہ فساد کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ بہار میں کوئی ہندی کا مخالف ہے اور نہ وہاں کی حکومت نے اردو کو کسی پر مسلط کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ اردو ملک کی مسلمہ زبان ہے اس لیے لوگوں پر اسے زبردستی مسلط کرنے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ اردو جن لوگوں کی مادری زبان ہے انھیں ابتدائی درجوں میں اس زبان کے ذریعہ تعلیم حاصل کرنے کی سہولت ملنی چاہیے۔ سہ لسانی فارمولا کے تحت تعلیم کے اعلیٰ مدارج میں بھی اس کی آسانی فراہم کرنے کی گنجائش ہے۔ (سیاست)

زبان کے نام پر لڑنے والا مٹ جائے گا

رانچی۔ سروودیہ رہنما شری جے پرکاش نرائن نے کہا کہ موجودہ صورت حال کو دیکھتے ہوئے ملک کا مستقبل تاریک معلوم ہوتا ہے۔

شہریوں اور شانتی کمیٹی کے ممبروں کے درمیان بولتے ہوئے انھوں نے کہا کہ بولی اور زبان کے نام پر جھگڑا کرنے والا ملک قائم نہیں رہ سکتا۔

انھوں نے کہا کہ جمہوریت میں عوام کو اپنے مسائل کو حل کرنے کے لیے پرامن طریقوں سے کام لینا چاہیے کیونکہ جمہوریت کی حفاظت کا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ بہار کے زبان کے مسئلہ پر بولتے ہوئے انھوں نے کہا کہ سبھی پارٹیوں کے سکریٹریوں کو آپس میں مل جل کر کچھ ٹھوس فیصلہ کر لینا چاہیے کیونکہ جھگڑنے سے مسئلہ اور بھی الجھے گا۔

اس موقع پر بولتے ہوئے وزیر اعلیٰ شری مہامایا پرشاد سنہا نے کہا کہ رانچی کے حادثات شرمناک ہیں۔ زبان کے نام پر غیر سماجی عناصر نے انسانیت کا خون کر کے موجودہ حکومت کو پریشانی میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

انھوں نے کہا کہ سرکار امن و قانون بہر صورت اور بہر قیمت بنائے رکھے گی۔ انھوں نے اکثریتی فرقے اور اقلیتی فرقے سے ملک کی ترقی کے لیے آپس میں تعاون کرنے کی اپیل کی۔ (ہندار)

ری پبلکن پارٹی اردو کو دوسری سرکاری زبان بنانے کے حق میں

لکھنؤ۔ (یو۔ این۔ آئی) ری پبلکن پارٹی اردو کو ریاست اتر پردیش میں دوسری سرکاری زبان کا درجہ دینے کے حق میں ہے۔

پارٹی کے جنرل سکریٹری مسٹر کھوبرگڑے نے پریس کانفرنس میں اعلان کرتے ہوئے کہا کہ ری پبلکن پارٹی کے لیے ریاستی حکومت کا یہ اعلان اطمینان بخش نہیں ہے کہ اردو کو کچھ مزید رعایتیں دی جائیں گی۔ (قاسم)

وزیر مالیات رام سروپ ورما کے اس حالیہ بیان پر کہ اردو کو دوسری سرکاری زبان بنانا نہیں ہے، تبصرہ کرتے ہوئے مسٹر کھوبرگڑے صاحب نے کہا جس وقت متحدہ قانون ساز پارٹی نے عنان حکومت سنبھالی تھی تو تمام ترقی پسند جماعتوں نے اس بات سے اتفاق کیا تھا کہ اردو کو ریاست کی دوسری سرکاری زبان کی حیثیت سے تسلیم کیا جائے۔

مدھیہ پردیش انجمن ترقی اردو ہند کے انتخابات

بھوپال۔ مدھیہ پردیش ریاستی انجمن کے انتخابات ۲۷ اگست ۱۹۶۷ء کو سیفیہ کالج کے لکچر ہال میں ہوئے جلسہ کی صدارت قائم مقام صدر جناب شرفی عثمانی نے فرمائی۔ مرکزی انجمن ترقی اردو ہند کے نمائندے جناب محمد حفیظ الدین صاحب بہ حیثیت مبصر شریک جلاس رہے۔ جلسہ میں کھنڈوہ، برہان پور، سیہور، ریوا، گوالیار، شاجاپور اور منگاولی وغیرہ کے مندوبین آئے ہوئے اور متفقہ طور پر صدر، مجلس عاملہ اور مرکزی انجمن کے نمائندوں کا انتخاب عمل میں آیا جس کی تفصیل یہ ہے:-

صدر - جناب فخر الدین صاحب

نمائندہ مرکزی انجمن - جناب آفاق احمد -

اراکین مجلس عاملہ - ڈاکٹر خورشید احمد، جناب حاجی صلاح الدین، جناب وقار صدیقی، جناب سید آفتاب الدین، جناب حسنات صدیقی، جناب عبد الرشید، جناب قاضی جمیل الدین، ڈاکٹر عبد الودود، جناب افضل جاوید، مس شفیقہ فرحت، جناب ضمیر عشرت، پروفیسر محمد کاظم خاں، جناب اے۔ آر۔ رشدی اور جناب مولانا صدر الدین۔ دیگر عہدیداران کی نامزدگی کا صدر کو اختیار دیا گیا۔

انتخاب کے بعد دوسرے دن ۲۸ اگست ۱۹۶۷ء کو بھی ریاستی انجمن کا جلسہ ہوا جس میں تجاویز پاس کی گئیں۔ تجاویز کے بعد ایک مجلس مباحثہ منعقد ہوئی جس میں ریاستی نمائندوں اور دیگر حضرات نے "اردو کی ترقی و ترویج میں اردو والوں کے فرائض" کے عنوان پر اظہار خیال کیا۔ اس جلسہ میں بھی جناب محمد حفیظ الدین صاحب شریک رہے۔ اس جلسہ کے موقع پر صدر جمہوریہ ہند جناب ڈاکٹر ذاکر حسین خاں نے اپنی دعائیں اور نیک خواہشات بھیجی ہیں۔

اردو کے مطالبہ کو کامیاب بنانے کیلئے گھیراؤ شروع کرنے کا مشورہ

لکھنؤ۔ یوپی اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے جوائنٹ سکریٹری جناب اقبال قدوائی نے ایک اخباری بیان کے ذریعہ حکومت یوپی کے اس فیصلہ کی سخت مذمت کی ہے جس کے مطابق نگراں تعلیمی کمیٹیاں قائم کی جائیں گی اور ان میں زیادہ تر ممبر وزیر تعلیم کے نامزد کیے ہوئے ہوں گے۔

بیان میں کہا گیا ہے کہ اس فیصلے کے پیچھے تعلیم کو مکمل طور سے جن سنگھی بنانے کا کھلا مقصد کام کر رہا ہے۔ اس طرح جن سنگھی وزیر تعلیم، تعلیم کو پہلے سے زیادہ غیر سائنسی، فرسودہ رجحانات پرستی اور فرقہ وارانہ طرز کا بنا دینا چاہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں نام نہاد ترقی پسند پارٹیوں کی خاموشی ان کی موقع پرستی اور عوام کے ساتھ غداری کو صاف طور پر ظاہر کرتی ہے۔

بیان کے ذریعہ حکومت یوپی کو وارننگ دی گئی ہے کہ طلبہ اس فیصلہ کو خوشی سے گوارہ کرنے کے بجائے اس کھلے ہوئے رجعت پسندانہ چیلنج کا مقابلہ ڈٹ کر کریں گے۔ اس سلسلے میں انھیں دوسرے ترقی پسند عوام کی بھی حمایت ملے گی۔

بیان میں اردو کو دوسری سرکاری زبان بنائے جانے کے مطالبے کی پرزور حمایت کی گئی اور کہا گیا کہ اردو زبان کو اس کا یہ حق ایک زبردست عوامی تحریک کے ذریعے ملے گا نیز اس بات پر زور دیا گیا کہ اس مطالبہ کے لیے سنگیت ودھایک دل کی پارٹیوں کے وزیروں اور ممبروں کا گھیراؤ شروع کیا جائے۔

علاقائی، قومی اور بین اقوامی تینوں زبانیں سیکھنا مفید رہےگا

مدراس۔ وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے کہا کہ ان کی ذاتی رائے یہ ہے کہ سہ لسانی فارمولا کو مستقل طور پر جاری رہنا چاہیے یعنی علاقائی زبان، قومی زبان اور بین اقوامی زبان۔ ان تینوں کے جاننے سے ایک ریاست کو دوسری ریاست سے رابطہ قومی زبان یعنی ہندی کے ذریعہ اور ملک کا دوسرے ممالک سے رابطہ میں اقوامی زبان یعنی انگریزی کے ذریعہ رکھ سکےگا۔

انھوں نے یہ بات یہاں آنے کے بعد ہی اخباری نمائندوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہی۔ انھوں نے کہا کہ وہ انگریزی کی مخالف نہیں ہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ آج کل کی دنیا میں اس کا جاننا ضروری سمجھتی ہیں۔

ایک اخباری نمائندے نے کہا کہ جنوب میں اندیشہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ زبان کے بارے میں وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے جو یقین دہانی کرائی تھی اب حکومت اس پر عمل درآمد کرنے سے گریز کر رہی ہے اور وہ ہندی کو غیر ہندی علاقہ کے لوگوں پر لادنا چاہتی ہے۔

مسز اندرا گاندھی نے اس کے جواب میں کہا کہ ایسی بات نہیں ہے ہم دونوں باتیں ساتھ ساتھ چاہتے ہیں کہ جنوب کے لوگوں سے جو وعدہ کیا گیا ہے وہ بھی پورا کیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ ایک رابطہ زبان بنانے کے لیے کچھ نہ کچھ کیا جائے۔ (قومی آواز)

انجمن شاخ سہارنپور میں یوم اُردو

انجمن ترقی اردو سہارنپور کا ایک جلسہ بمکان محمود علی خاں صاحب ایم۔ ایل۔ اے زیر صدارت تارا چند بسیشٹھ ہوا جس میں کمیونسٹ پارٹی، دونوں، سنیکت سوشلسٹ پارٹی، پرجا سوشلسٹ پارٹی، جن کانگریس، سوتنتر پارٹی، ری پبلکن پارٹی، کانگریس، جمعیۃ علما، مجلس مشاورت وغیرہ کے نمائندگان شریک تھے یہ تجویز اتفاق رائے سے پاس ہوئی کہ انجمن ترقی اردو سہارنپور کا یہ جلسہ عام جس میں سیاسی جماعتوں کے نمائندے، ادبا، شعرا، وکلا، صحافی بھی شریک ہیں حکومت اتر پردیش سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ جلد از جلد اردو کو اتر پردیش کی دوسری سرکاری علاقائی زبان تسلیم کرے کیونکہ اردو کے حقوق کے لیے ایک طویل عرصے سے جو جدوجہد جاری ہے اس کو اب تسلیم نہ کرنا غیر انصافی ہوگی کیونکہ سنیکت ودھایک دل میں شامل سبھی جمہوری پارٹیاں الیکشن سے پہلے اردو کا حق دینے کا وعدہ کر چکی ہیں۔ (کوثر تسنیمی سکریٹری)

انجمن شاخ انبالہ چھاونی کا انتخاب

انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ انبالہ کا انتخاب صابرہ ابوہری کی قیام گاہ پر منعقد ہوا جس میں سال رواں کے لیے مندرجہ ذیل عہدیداروں کا انتخاب کیا گیا۔

صدر۔ جناب ام کشن تمنا

سکریٹری۔ صابرہ ابوہری

صوبائی عہدیداروں کا انتخاب بھی جلد ہی عمل میں آئےگا۔ (صابرہ ابوہری)

انجمن شاخ گورکھپور میں یوم اردو کا جلسہ

انجمن ترقی اردو شاخ گورکھپور نے اعجاز ہوٹل کے وسیع ہال میں شاندار پیمانے پر یوم اردو منایا جس میں ادبی انجمنوں کے عہدیدار ممبران کے علاوہ مقامی کمیونسٹ پارٹی، جمعیۃ العلما، کانگریس اور مسلم مجلس مشاورت کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اس کے علاوہ اردو ہندی کے صحافی، ادیب، شاعر اور کثیر تعداد میں ترقی پسند افراد شریک ہوئے اور تقریریں کیں اور متفقہ طور پر یہ تجویز پاس ہوئی کہ

انجمن ترقی اردو شاخ گورکھپور کا یہ جلسہ جس میں تمام جماعتوں اور پریس کے نمائندے شریک ہیں حکومت یو۔پی سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ جلد از جلد اردو کو یو۔پی کی دوسری سرکاری زبان تسلیم کرے۔ (ایم کوشیاوری ماہی سکریٹری)

انجمن شاخ کاکوری کی تجویز

انجمن ترقی اردو شاخ کاکوری کا ایک جلسہ زیر صدارت جناب طاہر محسن علوی صاحب ہوا۔ جلسہ میں متفقہ طور پر یہ تجویز پاس کی گئی۔

"مقامی انجمن ترقی اردو کا یہ جلسہ حکومت یو۔پی سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ جلد از جلد اردو کو سرکاری زبان کے تحت یو۔پی کی دوسری زبان تسلیم کرے۔" (احمد مستغنی خاں سکریٹری)

انجمن ترقی اردو شاخ کنواریا کا انتخاب

انجمن ترقی اردو راجستھان جے پور سے ملحق شاخ انجمن ترقی اردو کنواریا ضلع اودے پور راجستھان کا انتخاب جامع مسجد کنواریا میں ہوا عہدیداروں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ صدر۔ جناب حاجی وزیر خاں صاحب

۲۔ نائب صدر۔ جناب سید محبوب علی صاحب

۳۔ سکریٹری۔ حکیم یوسف خاں بالوت

۴۔ جوائنٹ سکریٹری۔ جناب سید انور علی صاحب

۵۔ سکریٹری نشر و اشاعت۔ جناب شریف اللہ خاں صاحب

اس کے علاوہ مجلس عاملہ کے ممبران کا انتخاب بھی عمل میں آیا۔ (یوسف خاں سکریٹری)

انجمن ترقی اردو شاخ بره بتره کا انتخاب

جناب محمد سلیمان صاحب وارڈ کمشنر آرہ میونسپلٹی کی صدارت اور

پروفیسر انیس امام، پروفیسر علیم اللہ حالی کی نگرانی اور ش. م. عارف ماہر آروی کی مساعی جمیلہ سے بمقام "آشیانہ" بیرہ بیرہ آرہ شب کے نو بجے بیرہ بیرہ (آرہ)، شاخ انجمن ترقی اردو کا انتخاب عمل میں آیا جو حسب ذیل ہے۔

صدر:- محمد سلیمان صاحب ڈپٹی کمشنر

نائب صدر:- محمود رضا صاحب

جنرل سکریٹری:- مسیح الدین صاحب

نائبین سکریٹری:- عادل عمر، ربیع الدین صاحبان

خازن:- عبدالسلام صاحب حرمیٹ

ان عہدہ داروں کے علاوہ پانچ اراکین پر مشتمل مجلس عاملہ کا انتخاب دتیام بھی عمل میں آیا۔ (مسیح الدین)

صدر جمہوریہ کو انجمن ترقی اردو کا استقبالیہ

حیدرآباد:- انجمن ترقی اردو نے آج یہاں صدر جمہوریہ ہند کو استقبالیہ دیا۔ ممتاز شعرا نے اپنا کلام بھی سنایا۔ (الجمعیۃ دہلی)

ہندی پورے ملک کی سرکاری زبان ہوگی

نئی دہلی:- آج ریاستوں کے وزراء قانون کی کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے نائب وزیر اعظم جناب مرارجی ڈیسائی نے کہا کہ قانون کے ہندی میں ترجمہ کا کام پانچ برسوں کے اندر اندر مکمل ہو جانا چاہیے۔ اس سلسلہ میں روپیہ کی کمی کوئی رکاوٹ نہیں بنے گی۔ موصوف نے کہا کہ عدالتوں کی کارروائی عوام کی زبان میں چلائی جانی چاہیے۔ ہندی کے خلاف جو تحریک چل رہی ہے وہ دھیرے دھیرے ختم ہو جائے گی۔ ہندی کو قطعی طور پر ملک کی سرکاری زبان بنانے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے اس میں کوئی تبدیلی عمل میں نہیں لائی جائے گی۔ (الجمعیۃ دہلی)

اردو کوئی غیر ملکی زبان نہیں ہے جسے حرف غلط کی طرح مٹایا جاسکے

میرٹھ:- اردو کوئی غیر ملکی زبان نہیں ہے جسے حرف غلط کی طرح مٹایا جاسکے۔ اردو کی پیدائش یہیں ہوئی ہے اور یہیں پلی بڑھی اور پروان چڑھی ہے اردو زبان نے ہر ہندوستانی کو جو تہذیبی، اخوت، بھائی چارہ اور تہذیب و تمدن کی بے پایاں دولت سے مالا مال کیا ہے۔ جو لوگ آج محض تعصب اور تنگ نظری کی بنا پر اردو جیسی مقدس اور شیریں زبان کی مخالفت کر رہے ہیں وہ ملکی اتحاد اور قومی یکجہتی کے بہی خواہ نہیں ہو سکتے۔ ان خیالات کا اظہار یہاں سوشلسٹ لیڈر جناب مہرچند پرشاد تیاگی ایم. ایل. اے نے نمائندہ الجمعیۃ کو ایک بیان دیتے ہوئے کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں راشٹر بھاشا ہندی کے ساتھ اردو کو بھی ترقی کرنے اور اسے پھلنے پھولنے کا موقع دینا چاہیے۔ (الجمعیۃ دہلی)

سوشلسٹ رہنما اور اردو

میرٹھ:- حکومت ودھان سبھا دل کے منشور میں واضح طور پر اردو

کی علاقائی حیثیت کو نہ صرف تسلیم کیا گیا ہے بلکہ ریاست اترپردیش میں ثانوی زبان کا درجہ دینے کا عوام سے وعدہ کیا گیا تھا۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ آج ریاستی وزیر اعلیٰ چودھری چرن سنگھ غالباً جن سنگھ سے مرعوب ہو کر یوپی میں اردو کو اس کا جائز اور حقیقی مقام دینے سے صاف انکار کر رہے ہیں۔

ان خیالات کا اظہار مشہور سوشلسٹ رہنما منظور احمد صاحب ایم. ایل. اے نے یوپی کے وزیر اعلیٰ کے اردو سے متعلق تازہ بیان پر اظہار کرتے ہوئے نمائندہ الجمعیۃ سے کیا۔

واضح ہو کہ ریاستی وزیر اعلیٰ کے اس بیان کہ جس میں انھوں نے اعلان کیا ہے کہ اردو زبان کو اترپردیش کی دوسری سرکاری زبان کا درجہ نہیں دیا جا سکتا کیونکہ عوام اسے قبول نہیں کرتے یہاں کے لاکھوں عوام اور خصوصاً محبان اردو میں ان کے اس بیان سے سخت بے چینی و اضطراب پایا جاتا ہے۔ منظور احمد صاحب نے اپنے بیان میں کہا کہ مجھے وزیر اعلیٰ کا یہ بیان پڑھ کر سخت افسوس ہوا۔ انھوں نے یہ بیان دے کر ایک ایسی حقیقت سے انکار کیا ہے جسے کوئی انصاف پسند شخص تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔

ہریانہ میں اردو دوسری ریاستی زبان تسلیم کی جائے

چنڈی گڑھ:- ہریانہ کے وزیر ترقیات چودھری پرتاپ چند دولتا نے ایک بیان میں کہا ہے کہ وہ نئی ریاست ہریانہ میں اردو کو دوسری ریاستی زبان تسلیم کئے جانے کے خواہشمند ہیں۔ وزیر ترقیات نے جن سنگھ کے رویہ پر شدید نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ میرا مشورہ اور کوشش ہے کہ ہریانہ سرکار جن سنگھ سے جلد از جلد نجات حاصل کرے۔ جو اردو کو ہریانہ میں سرکاری درجہ دینے کی مخالفت کر رہا ہے اور جن سنگھ کی مخالفت کو نظر انداز کر کے ہریانہ میں اردو کو ثانوی سرکاری زبان کا درجہ دینے کا اعلان کرے۔ (نامہ نگار)

تبصرہ

شہریار

گل نو۔ (مجموعہ کلام) واحد پریمی

قیمت:۔ دو روپے

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ صبح ادب۔ نزد مسجد ڈوانی بھوپال۔ ۱

واحد پریمی بھوپال کے نوجوان غزل گو شاعر ہیں۔ ان کی غزلیں اردو کے اہم رسائل میں پابندی سے شایع ہوتی رہتی ہیں اور ادبی حلقوں میں ان کے کلام کو سنجیدگی اور توجہ سے پڑھا جاتا ہے۔ "گل نو" ان کی غزلوں کا پہلا مجموعہ ہے۔ اس مجموعے میں پریمی کی جو غزلیں شامل ہیں ان کو پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے غزل کے کلاسیکی سرمائے کا مطالعہ بڑی دیدہ ریزی سے کیا ہے۔ اور اپنے فن کو نکھارنے اور سنوارنے کے لیے اس مطالعے سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی آواز اور لہجہ خاصا مانوس معلوم ہوتا ہے اور ادب سے دلچسپی رکھنے والوں کے ایک وسیع حلقے کو متاثر کرتا ہے۔ ثبوت کے لیے وہ آرا دیکھی جا سکتی ہیں جو مجموعے کے گردپوش اور ابتدائی ساٹھ صفحات میں شامل ہیں جن ادیبوں اور نقادوں نے پریمی صاحب کے مجموعے پر اظہار خیال کیا ہے وہ مختلف مکاتیب ادب سے تعلق رکھتے ہیں لیکن پریمی صاحب کی ادبی اور فنی خوبیوں کا اعتراف اور ان کی حوصلہ افزائی سب نے مشفقانہ طور پر کی ہے۔ مجھے ان آرا کی شمولیت کے سلسلے میں صرف اتنا کہنا ہے کہ مجموعے کی ضخامت کے اعتبار سے جتنے صفحات ان آرا کے لیے دیئے گئے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔

پریمی کے اسلوب شعر کی نفاست اور ان کے موضوعات کا تنوع ان کے تابناک ادبی مستقبل کی ضمانت ہے۔ غزلوں کے چند منتخب اشعار درج کیے جاتے ہیں کہ ان کے فکر و فن کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

کوئی ہنگامۂ حیات نہیں — رات خاموش ہے سحر خاموش

آج ان کو بھی سکوں کی ہے تلاش — روشنی کو ڈھونڈتی ہے روشنی

دیوانگان شوق نے جس پہ گذار دیں — پھر بھی نگار وقت کی زلفوں میں خم ہے

رہ وفا میں اگر تیرگی نے گھیرا ہے — چراغ دل سے جلائے ہیں جابجا میں نے

جب کبھی بڑھتے ہیں دیوانے بصد شوق طلب — وہ منزل سے بھی کچھ آگے نکل جاتے ہیں

اے دوست بے وجہ پریشاں تو نہیں ہیں
اس میری تباہی کا کوئی ہوگا سبب ہی

ستارے سو گئے شمعیں بھی ہو گئیں خاموش
نہ جانے کتنی شبِ انتظار باقی ہے

صفحہ ۶ سے آگے

..... جن سنگھیوں کے اس رویہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اردو کو کسی بھی حالت میں کوئی خاص مقام دینے کو تیار نہیں۔ بہ الفاظ دیگر، جن سنگھ 'ہندی سامراج' کو ہندو اکثریت کے زور سے دوسروں پر ٹھونسنا چاہتا ہے۔ اور وہ اردو کو اتر پردیش اور بہار کی دوسری زبان قبول کرنے کے لیے بھی تیار نہیں۔ جن سنگھ کے اس رویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تعصب نے اس سے دماغی توازن چھین لیا ہے۔"

(ترجمہ)

چند اخبارات کے یہ اقتباسات "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر پیش کیے جا رہے ہیں۔ ورنہ اور بھی بہت سے معاصرین نے جن سنگھ کی اردو دشمنی پر اظہار خیال فرمایا ہے۔ امید ہے کہ خصوصیت کے ساتھ پنجاب کے ہندو اخباروں کی طرف سے اردو کی حمایت حامیان اردو کے اذہان کو تقویت اور ان کے عزائم کو استقامت بخشنے کا موجب ہوگی۔

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ پرنٹر نصیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپایا اور پبلشر نذیر حسن نے دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا